

## شہادت

## انر قلم: میرب حیات

نوٹ:-

اس ناول کے جملہ حقوق گروپ آف پرائم اردو ناولز کے نام محفوظ ہیں۔ لہذا اس تحریر کی کسی بھی دوسرے رسالے، ڈائجسٹ یا کسی ویب سائٹ پر کسی بھی شکل میں کاپی کرنا ممنوع ہے۔ خلاف ورزی کرنے والے کے خلاف قانونی کارروائی کی جاسکتی ہے۔

**Copy rights reserved to:-**

**<https://primenovels.blogspot.com>**

## قسط نمبر: 19

وہاں اندھیرا تھا۔ قبر کی مانند گہرا اندھیرا۔ گرمی اور پیاس کی شدت سے اس کے حلق میں کانٹے اگ آئے تھے۔ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے پر بھی اسے اس گھور اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آ رہا تھا جسے برداشت کرنے کی کوشش میں وہ گھٹ گھٹ کر رو رہی تھی۔ زبان اکڑ رہی تھی، ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ خوف اور گھبراہٹ کے مارے اس کا برا حال ہو رہا تھا۔ یہ زندگی میں دوسری بار تھا کہ جب وہ خوفزدہ ہو رہی تھی۔

پہلی مرتبہ بھی وہ اسی فارم ہاؤس میں موت کے ڈر سے روئی تھی اور آج دوسری مرتبہ بھی اس کی پہلے سے زیادہ بری حالت ہو رہی تھی۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یہاں کب سے ہے لیکن اسے یقین ہو چکا تھا کہ وہ صبح تک زندہ نہیں بچے گی۔ رو کر اس کی ہچکیاں بندھ چکی تھیں اور اب تو خشک گلے سے رونا بھی محال تھا۔ مسلسل بیٹھنے کے باعث کمر الگ اکڑی جا رہی تھی۔۔۔ جانے مزید کتنا وقت بیتا تھا جب باہر ہارن بجنے کی تیز آواز آئی تھی۔ علیشہ کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ وہ اپنے آپ میں سمٹ سی گئی۔۔۔ چند منٹ گزرتے ہی کمرہ روشنیوں میں نہا گیا ساتھ ہی کوئی کمرہ کھول کر اندر

داخل ہوا تھا۔ علیشہ کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی بدر نے نظریں دوڑائی تھیں۔ وہ اسے دیوار گیر الماری سے چپکی نظر آگئی تھی۔۔ زمین پر بکھرے شیشوں کو اپنے بھاری جوتوں تلے کچلتا تیزی سے اس کے پاس آیا۔

"علیشہ۔۔؟؟" بدر نے اسے کندھوں سے تھاما۔ پھر سرعت سے اس کے ہاتھ پاؤں کھولے تھے۔

"علیشہ۔۔ علیشہ یہاں دیکھو۔۔!" اس کے بھگے گال صاف کرتا وہ اسے پکار رہا تھا۔ علیشہ نے بھگی آنکھیں زرا سی کھول کر اس کی جانب دیکھا۔ شمس کا پریشان حال چہرہ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تھا۔ اگلے ہی پل وہ تڑپ کر اس کے سینے سے



لگی۔ بدر کا دل پل میں ساکت ہوا تھا۔ دھڑکن رک سی گئی۔  
 "کہاں تھے آپ۔۔ کلک۔۔ کہاں تھے۔۔ می۔۔ میں نے کتنا  
 بلایا۔۔ نن۔۔ نہیں آئے ناں۔۔!" اس کی شرٹ اپنی کمزور  
 گرفت میں جکڑتی وہ بری طرح روتے ہوئے بولی جبکہ بدر اپنی  
 جگہ پتھر سا ہو گیا تھا۔ اس کے لیے علیشہ چوہان کے گرد حصار  
 باندھنا محال ہوا تھا۔ بت کی مانند وہ خاموش بیٹھا اس کی  
 سسکیاں سن رہا تھا۔ کیا تھی وہ لڑکی۔۔؟ ستم ڈھانے والے  
 میں ہی پناہ ڈھونڈ رہی تھی۔ بدر کی آنکھوں میں برف سی جمنے  
 لگی۔ لب سختی سے بھینچتے ہوئے اس نے اس کے گرد حصار  
 بنانے کی بجائے اسے دونوں بازوؤں سے تھام کر اپنے سامنے

کیا۔۔ علیشہ نے روتے روتے اس کی جانب دیکھا۔۔ اس پر نظر پڑتے ہی علیشہ کو احساس ہوا کہ جسے وہ شمس سمجھ رہی ہے وہ شمس البدر لغاری ہے۔۔ سینے میں دھڑکتا دل پھر سے چور چور ہوا تھا۔ لمبی لمبی سانسیں بھرتی علیشہ نے غصے سے اس کے ہاتھ جھٹکے لیکن مقابل نے اثر لیے بنا اسے اپنے بازوؤں میں بھر لیا۔۔ کمرے کی حالت پر ایک نگاہ غلط ڈالے بغیر اس نے دروازے کی جانب قدم بڑھائے تھے۔۔

"چھوڑیں مجھے۔۔ آپ کا مسئلہ نہیں ہوں میں۔۔!" اس کے سینے پر اپنے دونوں ہاتھوں سے وار کرتی وہ روتے ہوئے بولی۔ وہ بنا اثر لیے چلتا رہا۔۔

"شہزاد۔۔۔ جاوید۔۔۔ پانی لے کر آؤ۔۔۔!" ناک کی سیدھ میں چلتا وہ بلند آواز میں گر جاتا تھا۔

"سمجھ نہیں آرہی آپ کو۔۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔۔!" وہ بری طرح مچلی۔ اسے دوسرے کمرے میں لا کر بدر نے بیڈ پر پٹخ دیا۔ اور خود اس کی کلائی پکڑتے ہوئے وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اس کے خشک ہونٹوں پر گلاب کی سوکھی پتیوں کا سا گمان ہو رہا تھا۔ بکھرے بالوں کی چند لٹیں اس کے رخساروں سے لپٹی گردن کو چُوم رہی تھیں۔۔۔ وہ بے اختیار نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ با اختیار تھا۔ ہاتھ بڑھا کر پورے استحقاق سے اس نے اس کے چہرے سے چپکے بال پیچھے کیے تھے۔۔۔ ایسا کرنے

سے اس کے ایک گال پر چھپے انگلیوں کے مدھم نشان اس کی زیرک نگاہوں سے مخفی نہ رہے تھے۔ تبھی جاوید منرل واٹر کی بوتل لے آیا۔

"ہوں۔۔۔!" بوتل اس کے ہاتھ سے لے کر بدر نے ہاتھ سے اسے وہاں سے نکل جانے کا اشارہ کیا۔ وہ دل ہی دل میں اپنے لیے خیر کی دعا کرتا کمرے سے نکل گیا۔ بوتل کا ڈھکن کھول کر بدر نے بوتل اس کے قریب کی۔۔۔ رک رک کر ہچکیاں لیتی علیشہ نے سو جن زدہ بھیگی آنکھوں سے اسے گھورا تھا۔

"پیو اسے۔۔۔!" بدر نے زبردستی بوتل اس کے لبوں سے لگا دی۔۔۔ وہ چاہ کر بھی اکڑ نہیں دکھا پائی تھی۔ اپنے لرزتے



ہاتھوں سے بوتل تھامنے کی کوشش کرتے ہوئے اس نے ایک ہی سانس میں بوتل آدھی کر دی تھی۔ وہ پانی پی چکی تو بدر نے بوتل سائیڈ ٹیبل پر رکھ دی۔ پھر اس کی طرف پلٹ کر بدر نے خاموش نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ اپنا سانس بحال کرنے کی کوشش کرتی وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی۔ بدر نے ہاتھ بڑھا کر اس کی ٹھوڑی چھونا چاہی تو علیشہ نے بدکتے ہوئے اس کا ہاتھ جھٹکا۔

"دور رہیں مجھ سے۔۔!" اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ نفرت سے غرائی تو بدر نے لب بھینچ لیے۔ پھر ہاتھ میں مقید اس کی کلائی کو جھٹکا دے کر اسے اپنے قریب کر لیا۔ اگلے ہی پل

دوسرے ہاتھ سے اس کا منہ دبوج کر بدر نے اس کا چہرہ گھمایا تھا۔ علیشہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ وہ کیا کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔۔ بدر کی نگاہوں کے سامنے اس کا گال واضح تھا۔ اس کے دائیں گال پر چھپے انگلیوں کے نشان دیکھ کر اس کی سیاہ آنکھوں میں کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا لیکن پیشانی کی ابھرتی نسیں اس کے اندرونی انتشار کا پتہ دے گئی تھیں۔ اس کا چہرہ چھوڑ کر بدر نے اس کی دونوں کلائیاں پکڑ کر ان کا معائنہ کیا تو علیشہ نے الجھن زدہ نگاہوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔؟؟" پیچھے کھسکتی وہ چیخی۔

"خاموش رہو۔۔۔۔!" اس کے پیر تھام کر اس کے ٹخنوں کو

چھوتا وہ سرد لہجے میں بولا۔ اس کی مضبوط انگلیوں کا استحقاق  
 بھرا لمس علیشہ کی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ سی دوڑا رہا تھا۔  
 اس کی کلائیوں کی طرح ٹخنوں پر بھی سرخ نشان تھے جو ہاتھ  
 پاؤں باندھے جانے کی وجہ سے پڑ چکے تھے۔۔ اپنے اندر اٹھتے  
 غصے کے طوفان کو دبانے کی کوشش کرتا وہ اس کے پاس سے  
 اٹھ کھڑا ہوا۔

"اگر چاہو تو اس کمرے کی بھی ہر شے تم توڑ سکتی ہو۔۔ لیکن  
 اگر میرے واپس یہاں آنے سے پہلے تم کمرے سے باہر  
 نکلیں تو تمہاری ٹانگیں توڑ دوں گا۔" شہادت کی انگلی اٹھا کر  
 اسے سرد لہجے میں وارن کرتا وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔۔

علیشہ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے ڈبڈبائی نظروں سے اس کی پشت کو گھورا۔؟؟ کیا اسے علیشہ کے جسم پر موجود نشانات دیکھ کر غصہ آیا تھا۔؟ نہیں۔۔ بھلا وہ کیونکر اس کی تکلیف پر تڑپے گا۔؟ وہ شمس تھوڑی تھا۔؟ جس کے دل میں اس کے لیے محبت اور آنکھوں میں نرمیاں تھیں۔۔ لیکن بات "تھی" کی کب تھی۔۔؟؟؟ محبت تھی تو نہیں ہوتی۔۔ محبت ہو جائے تو ہمیشہ باقی رہتی ہے جیسے اس کے ریزہ ریزہ ہوئے دل میں وہ جذبہ اب بھی باقی تھا اور شاید اس کی آخری سانس تک رہنے والا تھا۔۔ لیکن شمس۔۔؟؟ سردار شمس لغاری نے جس محبت کا دعویٰ کیا تھا وہ اب کہاں تھی؟؟ چہرہ



بدل سکتا ہے، عادات بدل سکتی ہیں رویہ بدل سکتا ہے لیکن  
 دل۔۔؟؟ کسی شخص کا دل کیسے بدل سکتا ہے۔۔؟؟ اپنی  
 کلائیاں رگڑتی وہ اس اذیت تلے پھر سے سک اٹھی۔۔  
 نہیں۔۔۔ کہاں کی محبت۔۔؟ کیسی محبت۔۔ اگر محبت ہوتی تو وہ  
 یہ سب کیوں کرتا۔۔؟؟ رہی بات ماضی کی تو۔۔۔؟؟ وہ سب  
 جو ماضی میں تھا ناں۔۔؟؟ وہ فریب تو ہو سکتا ہے لیکن محبت  
 نہیں۔۔ اور فریب ہی تو کیا تھا اس نے۔۔ فریبی ہی تو تھا وہ  
 شخص۔۔۔ محبت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا ایک کھوکھلا شخص  
 جس کا نام سردار شمس البدر لغاری تھا۔۔

درد سے پاگل ہوتی علیشہ نے آنکھیں میچتے ہوئے گھٹنوں میں

منہ چھپا لیا۔۔ اپنے اندر ابھرتے سوالات کے جوابات وہ بخوبی دے رہی تھی۔۔



"شہزاد۔۔۔ جاوید۔۔۔ شہزاد۔۔۔؟؟" اس کی پکار کسی شیر کی سی دھاڑ سے مطابقت رکھتی تھی۔ شہزاد جو پہلے ہی سیڑھیوں کے پاس نیچے لاؤنج میں منڈلا رہا تھا اسے نیچے اترتے دیکھ ایک جانب سر خم کر کے کھڑا ہو گیا۔۔

"جب میں نے کہا تھا کہ میں اس لڑکی کے وجود پر ایک کھروینچ بھی برداشت نہیں کروں گا تو کس جرات۔۔۔؟؟ کس جرات سے تم لوگوں نے اس پر تشدد کیا۔۔؟؟" اس کے سر پر پہنچتے ہی اسے گریبان سے پکڑ کر پیچھے کی جانب زور دار

دھکا دیتے ہوئے وہ چلایا۔ اس کی بھاری آواز میں اس پل  
غضب گرج رہا تھا۔

"سائیں میں نے کچھ نہیں کیا بلکہ میں نے تو جاوید کو بھی منع  
کیا تھا لیکن اس۔۔۔ اس نے۔۔۔!" اپنے ہاتھ اس کے سامنے  
جوڑ کر التجائیہ انداز میں بولتا وہ ہکلا گیا۔

"کیا جاوید نے۔۔۔؟؟؟ ہاں۔۔۔ کیا وہ صرف جاوید کی ذمہ داری  
تھی۔۔۔؟؟؟؟ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ اسے تمہاری بیوی  
سنجھالے گی۔۔۔؟؟" اسے مارنے کی بجائے سیڑھیوں کی

قریب ہی شیشے کا سٹول فرش پر الٹتے ہوئے وہ اس پر برہم  
ہوا۔ سٹول سمیت اس پر رکھا واس بھی چھناکے کی آواز کے

ساتھ زمین بوس ہوا تھا۔ اس کے قہر سے خوفزدہ ہوتا شہزاد پیچھے کو سرکا۔

"خدا کے واسطے ہے سردار سائیں ہم نے کچھ نہیں کیا۔ سارا قصور جاوید اور اس کی بیوی کا ہے ہم نے تو انہیں روکنے کی کوشش بھی کی تھی لیکن۔۔!" لنگڑا کر چلتی شہلا اپنے شوہر کی جانب بڑھتی گزارش کرنے والے انداز میں بولی۔

"جب میں نے کہا تھا کہ وہ لڑکی تمہاری ذمہ داری ہے تو اپنی ذمہ داری نہ نبھا کر تم نے بھی غلطی کی ہے شہلا بی بی۔!"

شعلہ بار نگاہوں سے اس کی جانب دیکھتا وہ سرد لہجے میں بولا

تو اس کا دل کانپ اٹھا۔ تبھی مرجانہ کو ساتھ لیے جاوید وہاں



آیا تھا۔

"اس پر ہاتھ کس نے اٹھایا ہے۔۔؟؟ مجھے اس سوال کا جواب چاہیئے۔۔؟؟" باری باری ان چاروں کی طرف دیکھتے ہوئے وہ سرد لہجے میں بولا۔۔

"میں نے۔۔ میں نے اسے مارا ہے کیونکہ اس نے مجھے زخمی کیا ہے۔۔!" جاوید کا ہاتھ پکڑ کر اسے خاموش ہونے کا اشارہ کرتی مرجانہ جی کڑا کر بولی تو اس کی جانب دیکھتا بدر قدم قدم چلتے ہوئے اس کے مقابل آیا۔ وہ نظریں جھکائے فرش کو گھور رہی تھی۔ سر پر بندھی پٹی سے ہی اس کے زخم کا اندازہ ہو رہا تھا۔ اگلے ہی پل بدر نے مرجانہ کے پہلو میں کھڑے جاوید

کے منہ پر اٹے ہاتھ کا تھپڑ مارا تھا۔ ایک، دو، تین۔۔۔ وہ رکا نہیں تھا۔ پے درپے پڑنے والے تھپڑوں کے باعث جاوید کے حواس جھنجھنا اٹھے۔ وہ ایک منٹ سے کم کے وقفے میں زمین بوس ہوا تھا۔۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا کر رہے سائیں۔۔۔؟؟" مر جانہ گڑ گڑائی۔  
 "بکو اس بند کرو جاہل عورت۔۔۔ تمہیں میں بے وقوف نظر آتا ہوں۔۔۔؟؟" اپنے ہاتھ کو بامشکل اس پر اٹھانے سے روکے کھڑا وہ دھاڑا تھا۔ مر جانہ سہم کر دو قدم پیچھے ہٹی۔ وہ پھر سے زمین پر گرے جاوید کی طرف متوجہ ہوا۔

"اپنی بیوی کی تکلیف تجھ سے برداشت نہ ہوئی تو تو نے میری

بیوی پر اپنی مردانگی نکال دی۔۔۔؟؟؟ ہمت کیسے ہوئی  
تیری۔۔۔؟؟؟ ہمت کیسے ہوئی سردار بدر لغاری کی بیوی پر ہاتھ  
اٹھانے کی۔۔۔؟؟؟ اس کی کمر میں ایک زور دار ضرب لگاتا  
وہ غرایا۔ اس کے لبوں سے نکلے انکشاف پر شہزاد اور شہلا  
سمیت مرجانہ کا بھی منہ کھل گیا جبکہ جاوید تو اس وقت کچھ  
سمجھنے کی کنڈیشن میں تھا ہی نہیں۔ اور جو ہوش و حواس میں  
تھے وہ تینوں اسی وقت زمین پر گھٹنے ٹیکتے گر گڑانے پر مجبور  
ہوئے تھے۔

”غلطی ہو گئی سردار۔۔۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ وہ ہماری سردارنی  
ہے۔۔۔ معاف کر دیں سردار سائیں اللہ کے واسطے معاف

کر دیں۔۔!"مرجانہ روتے ہوئے منمنائی تھی۔۔

"اگر وہ لڑکی میری بیوی نہ ہوتی تو یقیناً میں تمہارے شوہر کی غلطی کو معاف کرنے کی کوشش کر لیتا لیکن اب۔۔ یہ ممکن ہی نہیں ہے۔۔!" ٹھنڈے ٹھار لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنی پشت سے ریوالور نکال کر زمین پر گٹھری بنے جاوید پر تان لی۔ مرجانہ کی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کے قریب ہو گئیں۔

"سردار سائیں خدا کا واسطہ ہے ایسا نہ کریں یہ پاگل ہے۔۔ کملا ہو گیا تھا اس سے میرا درد دیکھانہ گیا جو اس نے بی بی پر ہاتھ اٹھا لیا لیکن۔۔ لیکن۔ غلطی تو میری ہے آپ میرا گلا



گھونٹ دیں میرے سر کے سائیں کو بخش دیں!" اس کے سامنے اپنی چادر پھیلاتی مرجانہ تڑپ تڑپ کر روتے ہوئے چیخی۔

"سامنے سے ہٹو ورنہ گولی تمہارے سر میں اتار دوں گا۔!"  
 خون آشام نظروں سے اسے دیکھتا وہ غرایا تھا۔  
 "مرجانہ ہٹ جا۔۔ پہلے ہی میں قصور وار ہوں آگے سے تُو سائیں کے سامنے زبان چلا کر کیوں مجھے ذلیل کر رہی ہے۔!" اسے پیچھے دھکا دیتے ہوئے جاوید بری طرح چلایا۔  
 پھر سیدھا ہو کر کھڑا ہونے کی کوشش کرتا وہ گڑگڑایا تھا۔  
 "سائیں آپ جو سزا چاہیں مجھے دے دیں لیکن خدا را مجھے اپنے

سائے سے محروم نہ کیجئے گا۔ میں یہ تکلیف برداشت نہیں کر پاؤں گا۔!" اس کے سامنے ہاتھ جوڑ کر بولتا وہ رونے کے قریب تھا۔ بدر نے لب بھیج کر بغور اس کی جانب دیکھا پھر ہاتھ میں پکڑے ریوالور کو گھما کر اس کے سامنے کر دیا۔ یوں کہ اب جاوید بآسانی وہ ریوالور تھام سکتا تھا۔

"تمہارے پاس دو آپشنز ہیں جاوید۔ اگلے تیس سیکنڈز میں یا تو تم اس گن سے اپنی بیوی کا نشانہ لو گے یا پھر اپنے اس ہاتھ کا، جس سے تم نے میری بیوی پر ہاتھ اٹھانے کی جرات کی تھی۔!" کہتے ہوئے بدر نے ایک پرسکون نگاہ مرجانہ پر ڈالی جس کی رنگت اس کی سفاکیت بھری سزا سن کر پل میں متغیر

ہوئی تھی۔ جاوید نے سوچنے کے لیے پانچ سیکنڈز بھی نہ لگائے تھے۔ کانپتے ہاتھوں سے ریوالور لے کر اگلے ہی پل اس نے ریوالور کی نال اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ کر ٹریگر دبا دیا۔ گولی اس کی ہتھیلی کو چیرتی نیچے فرش میں اندر تک دھنستی چلی گئی۔ اس کے ہاتھ سے خون کا فوارہ چھوٹتے دیکھ مر جانے آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر چیختی وہیں بیٹھتی چلی گئی۔ اس کی دل کو چیرتی آہ و پکار کی آواز سن کر علیشہ کو کسی انہونی کا احساس ہوا تو وہ کمرے کے دروازے سے جا لگی۔ کان لگا کر آوازیں سننے کی کوشش کی لیکن کچھ واضح نہ تھا۔ ریوالور جاوید کے ہاتھ سے چھوٹ چکا تھا۔ پشت پر ہاتھ باندھتے ہوئے بدر

نے ایک بے تاثر نگاہ ان دونوں میاں بیوی پر ڈالی تھی۔  
 "کل صبح طلوع فجر کے بعد تم چاروں اپنی شکل لے کر یہاں  
 سے دفعتاً ہو جاؤ گے۔۔ باقی کی زندگی اب تم لوگ مٹھی کی  
 سرزمین پر رداہ لغاری کی خدمت میں گزارو گے۔۔!" اپنے  
 قدم پیچھے موڑتے ہوئے اس نے درشت لہجے میں کہا۔۔  
 "جو۔۔ ح۔۔ کم۔۔ سائیں۔۔!" تکلیف برداشت کرنے کی ناکام  
 کوشش کرتا جاوید بامشکل بولا۔  
 "نور دین کو بلواؤ اور آخری بات، یہاں آج تک تم چاروں  
 نے جو دیکھا جو کیا وہ یہیں چھوڑ کر جانا ہو گا۔۔ تم میں سے  
 جس نے یہاں کے ایک ذرے کا ذکر بھی حویلی میں کیا تو اس



کی زبان حلق سے کھینچ کر اسے آواز سے محروم کر دوں گا یہ یاد رکھنا۔!" ایک آخری وارنگ دیتا وہ شہلا اور شہزاد کے پاس سے گزرتا چلا گیا۔

"بہتر سائیں۔!" اسے اپنی پشت پر ان کی آوازیں سنائی دی تھیں جنہیں نظر انداز کرتا وہ سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔



"اے پیغمبر اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (مونہوں) پر چادر لٹکا (کر گھونگھٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب

شناخت ہوگا تو کوئی ان ایذا نہ دے گا۔ اور خدا بخشنے والا

مہربان ہے"

(سورۃ الحزاب 59)

سید ذوالفقار عالم شاہ کی بھاری آواز اپنی تمام تر خوبصورتی سے اس ہال نما کمرے میں گونج رہی تھی۔ ان کے مرید سر جھکائے بیٹھے پوری دلجمعی سے ان کے لبوں سے نکلے ہر ہر لفظ کو ذہن نشین کر رہے تھے۔

"او اللہ کے بندوں۔۔ تمہارا دین مشکل نہیں ہے۔۔ پھر تم کیوں اس میں آسانیاں تلاش کرتے ہو؟؟" ان کا سوال سادہ

تھا۔

"جب اس نے کہہ دیا کہ عورت کا ایک نامحرم مرد سے پردہ ہے تو تم کیوں درمیان میں آنکھوں کی حیا لے آتے ہو۔۔۔؟؟ کیا کسی عورت میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی صاحبزادی سے بڑھ کر حیا ہو سکتی ہے۔۔۔؟؟" ان کے سوال پر سب نے سر ہولے سے بلند کیے تھے۔

"بالکل نہیں۔۔۔!" یک زبان ہو کر جواب دیا گیا تھا۔

"کیا اللہ کے شیر، حضرت علی سے بڑھ کر مضبوط مرد کوئی ہو سکتا ہے۔۔۔؟؟" ان کی آواز میں جوش بڑھنے لگا۔

"بالکل نہیں۔۔۔!" جواب بھی پر جوش ہی تھا۔

"تو پھر سنو۔۔ اللہ نے اپنے رسول کی بیٹی کو بھی پردے کا حکم دیا۔۔ اللہ نے اپنے شیر کو بھی نظر جھکائے رکھنے کا حکم دیا۔۔ اس نے حکم دیا کیونکہ وہ حکمت والا ہے۔۔ وہ دانائی والا ہے پھر اس کی عقل کے سامنے تم کیوں اپنے بودے دلائل پیش کرتے ہو۔۔؟؟؟" آخر میں اپنے تخت پر ہاتھ مارتے وہ بلند آواز میں بولے تھے۔ مجمع عیش عیش کر اٹھا۔ تبھی اس کمرے کا پردہ ہٹا کر ان کا خاص ملازم اندر داخل ہوا۔

"سرکار۔۔!" دہلیز میں کھڑے کھڑے اس نے اجازت طلب کی تو انہوں نے سر اثبات میں ہلا کر اسے اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ وہ ایک منٹ سے کم کے وقفے میں ان کے پاس



پہنچا تھا۔

"سرکار۔۔ زنان خانے سے آپ کا بلاوا آیا ہے۔۔ ایمر جنسی ہے!" ان کے قریب جھکتے ہوئے اس نے سرگوشیانہ کہا تو انہوں نے ایک خاموش نظر مجھے پر ڈالی پھر دھیرے سے سر اثبات میں ہلایا۔

"نجیب اللہ۔۔ بیٹے دعا کرواؤ۔۔!" انہوں نے اپنے دائیں جانب تخت سے نیچے قالین پر براجمان اپنے مرید کو مخاطب کر کے کہا تو سب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ دعا کے بعد اپنے ملازمین کو لنگر تقسیم کرنے کی ہدایت دے کر وہ خود وہاں سے نکل آئے تھے۔ وہ جیسے ہی اپنے حجرے میں آئے ناجیہ

بیگم کو اپنا منتظر پایا تھا۔

"سب خیریت تو ہے۔۔؟ تمہارے بلاوے کی وجہ سے مجھے درمیان میں ہی آنا پڑا ہے۔۔!" ناجیہ بیگم کو مخاطب کرتے وہ نرمی سے بولے۔

"خیریت نہیں ہے۔۔ سائیں ہاسپٹل میں ایڈمٹ ہیں، فوری طور پر مجھے کراچی بلایا ہے، میں آپ سے مرحہ کو ساتھ لے جانے کی اجازت چاہتی ہوں۔۔!" ناجیہ بیگم نے آدھا سچ ان کے گوش گزار کرتے ہوئے کہا۔۔

"کیا ہوا ہے وقار کو۔۔ بیٹھے بٹھائے کیسے طبیعت خراب ہو گئی

مجھے بتاؤ گی کہ ہوا کیا ہے۔۔؟" ان کی بات سن کر پریشان

ہوتے وہ سنجیدگی سے بولے۔

"میں کچھ نہیں جانتی۔۔ آپ کے لاڈلے پوتے کے کچھ کر توت ہیں جنہوں نے انھیں اس حال میں پہنچا دیا ہے۔۔ اب جاؤں گی تو پتہ چلے گا کہ ہوا کیا ہے۔۔!" منصب کی بابت آگاہ کرتے ہوئے ان کے لہجے میں اذیت در آئی کہ بہر حال وقار عالم شاہ سے بڑھ کر تو انہیں اپنا آپ بھی عزیز نہ تھا۔

"پہیلیاں مت بجھواؤ ناجیہ۔۔ کیوں جا رہی ہو وہاں۔۔؟ اور تو اور مرحہ کو وہاں لے جانے کی کیا ضرورت ہے۔؟" پشت پر ہاتھ باندھتے وہ اس بار الجھن آمیز لہجے میں بولے تھے۔

"مرحہ کو لے جانا چاہتی ہوں کیونکہ سائیں کا حکم ہے۔۔ ہم